حیاتِ دُنیا کے حوادث

اور

مؤمنانہ طرزِ عمل

سورۃ الحدید آیات ۲۲ تا ۲۴ کی روشنی میں

تحریر: انجینئر نوید احمد

حیاتِ دُنیوی کے دوران ہر انسان کو مختلف حوادث اور بدلتے ہوئے حالات سے سابقہ پیش آتا ہے۔ تکلیف دہ واقعات بھی رونما ہوتے رہتے ہیں اور مسرت بخش لمحات بھی آتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تین عالم بنائے ہیں۔ ایک یہ دنیا کا عالم ہے، دوسرا عالمِ جنت ہے اور تیسرا عالمِ جہنم۔ جنت ایسا عالم ہے جہاں راحتیں ہی راحتیں ہیں۔ جہنم ایسا عالم ہے کہ جہاں پر تکالیف ہی تکالیف ہیں۔ عالمِ دنیا میں راحتیں بھی ہیں اور تکالیف بھی۔ دونوں چیزیں ساتھ ساتھ چلتی ہیں۔ تکلیف یا راحت مسلمان کو بھی پہنچتی ہے اور کافر کو بھی۔ البتہ اِس حوالے سے ایک مسلمان اور ایک کافر کے ردِّعمل میں فرق ہونا چاہیے۔ اِس لیے کہ مسلمان اللہ، آخرت اور تقدیر پر ایمان رکھتا ہے جبکہ کافر اِس نعمت سے محروم ہے۔ حیاتِ دنیا کے حوادث پر مؤمنانہ طرزِ عمل کے حوالے سے سورۃ الحدید کی آیات ۲۲ تا ۲۴ میں ایمان افروز رہنمائی دی گئی ہے۔ آیت ۲۲ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴾

''نہیں پڑتی کوئی آفت زمین پر اور نہ ہی خود تم پر مگر ایک کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے

قبل اس کے کہ ہم اُسے ظاہر کریں۔ بے شک ایسا کرنا اللہ کے لیے آسان ہے۔''

اِس آیت میں حوادث کے لیے لفظ ''مصیبت'' آیا ہے جس کے لغوی معنی ہیں وارد ہونے والی شے خواہ وہ خوشگوار ہو یا تکلیف دہ۔ عام طور پر تکلیف دہ معاملہ کا انسان زیادہ تأثر لیتا ہے لہٰذا ''مصیبت'' کا لفظ اکثر صرف اِسی صورت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ خوشگوار یا تکلیف دہ حوادث زمین پر بھی وارد ہوتے ہیں اور کسی انسان پر بھی۔ زمین پر اِس کی صورت بارانِ رحمت' فرحت بخش ہواؤں اور اچھی فصلوں' یا زلزلے' طوفانی بارشوں' ژالہ باری' سیلاب' سمندری طوفان' تیز ہواؤں' خراب فصلوں وغیرہ کی ہوتی ہے۔ انسان پر اِس کا ورود کامیابیوں یا ناکامیوں' مال و جان کے نقصان اور بیماریوں کی صورت میں ہوتا ہے۔ اِس آیت میں رہنمائی عطا کی گئی ہے کہ:

۱) زمین اور انسانوں پر وارد ہونے والے حوادث اللہ کے حکم سے وارد ہوتے ہیں۔ کائنات کی تخلیق اور اِس میں جاری مختلف معاملات کسی اندھے بہرے مادّہ کی کارفرمائی نہیں ہیں۔ ایک حکیم و دانا ہستی اِس کائنات کی خالق ہے۔ یہاں جو کچھ ہو رہا ہے اُس کے اِذن سے ہو رہا ہے۔ دنیا میں نہ کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ فائدہ' جب تک اللہ کا اِذن نہ ہو۔ ترمذی میں روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو تاکید فرمائی:

((اِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ ' وَاعْلَمْ اَنَّ الْاُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰى اَنْ يَّنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوْكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ' وَلَوِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى اَنْ يَّضُرُّوْكَ بِشَيْءٍ لَّمْ يَضُرُّوْكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ' رُفِعَتِ الْاَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ)) (۱)

''جب تو سوال کرتو صرف اللہ سے سوال کر' جب تو مدد چاہے تو اللہ ہی سے مدد طلب کر' اور یہ بات جان لے کہ اگر سب لوگ جمع ہو کر تجھے کچھ فائدہ پہنچانا چاہیں تو نہیں پہنچا سکتے مگر وہی جو اللہ نے طے کر دیا' اور اگر وہ جمع ہو کر تجھے کچھ نقصان پہنچانا چاہیں تو نہیں پہنچا سکتے مگر وہی جو اللہ نے طے کر دیا۔ قلم اٹھائے جا چکے ہیں اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں''۔

ہر واقعہ کے پیچھے بظاہر کچھ اسباب نظر آتے ہیں لیکن اسباب کی کوئی حقیقت نہیں۔ اصل حقیقت اللہ تعالیٰ کے حکم کی ہے۔ جو بھی حالات وارد ہو رہے ہیں' اُن میں بظاہر کوئی بھلائی یا برائی اپنے لیے کما رہا ہے لیکن اِن کے پیچھے اصل فاعلِ حقیقی صرف اور صرف اللہ ہے۔ ممکن

ہے کہ کسی ڈاکٹر نے غلط انجکشن لگا دیا ہو' ممکن ہے کہ کسی نے وار کیا ہو اور انسان اُس وار سے ہلاک ہو گیا' لیکن یہ سب کا سب ہو نہیں سکتا تھا جب تک اللہ تعالیٰ کا اِذن نہ ہو۔ موت کا وقت اللہ تعالیٰ نے طے کر رکھا ہے۔ جب تک موت کا وقت نہ آئے' انسان مر نہیں سکتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بڑا حکیمانہ قول ہے:

اَلْمَوْتُ خَيْرُ الْحَافِظَة وَالْمَوْتُ خَيْرُ الْوَاعِظَة

''موت بہترین محافظ ہے اور موت ہی بہترین واعظ ہے۔''

موت محافظ اِس معنی میں ہے کہ اِس کا وقت طے ہے' لہٰذا جب تک اِس کا وقت نہیں آتا' کوئی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ موت بہترین واعظ ہے' یعنی اگر انسان کو موت یاد رہے تو پھر اُس کی زندگی کا رُخ صحیح ہو جاتا ہے۔

۲) جو واقعات بھی ظہور پذیر ہو رہے ہیں وہ پہلے سے ایک کتاب یعنی کتابِ تقدیر میں لکھے ہوئے ہیں۔ بظاہر یہ معاملہ مشکل نظر آتا ہے لیکن واضح کیا گیا کہ: ﴿اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ﴾ ''بے شک یہ اللہ پر بہت آسان ہے''۔ اگر اللہ کی ذات وصفات کی بے حد وحساب وسعت سامنے ہو تو اِس حوالے سے کوئی تعجب نہ ہوگا۔

مذکورہ بالا دو حقائق سامنے ہوں تو اِس کا جو نتیجہ ظاہر ہوتا ہے وہ آیت ۲۳ میں بیان ہوا:

﴿لِكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَا اٰتٰىكُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِۨ ﴾

''تاکہ تم افسوس نہ کرو اُس پر جو شے تمہارے ہاتھ سے جاتی رہے اور نہ اترا ؤ اُس پر جو تم کو وہ (اللہ) عطا کرے' اور اللہ پسند نہیں کرتا خود کو کچھ سمجھنے والے اور بڑائی کرنے والے کو۔''

مسلمان جب اِس حقیقت پر غور کرتا ہے کہ ہر معاملہ اللہ ہی کے حکم سے ظہور پذیر ہوا اور کتابِ تقدیر میں وہ پہلے ہی سے درج تھا تو اب نہ وہ ناخوشگوار حالات پر شدتِ غم سے نڈھال ہوتا ہے اور نہ ہی کسی کامیابی پر اتراتا اور اکڑتا ہے۔ اس کی وجہ مذکورہ بالا دو نکات کے حسبِ ذیل مضمرات ہیں:

۱) عام آدمی کو اگر کوئی تکلیف آتی ہے تو وہ اِسے کسی دیوتا کی ناراضگی یا اسباب کے مخالف ہونے کا نتیجہ قرار دیتا ہے اور اگر اُسے کوئی خوشی نصیب ہوتی ہے تو اِسے کسی دیوتا کی نظرِ کرم یا اسباب کے موافق ہونے کا ثمرہ قرار دیتا ہے۔ کسی بھی واقعہ کے ظہور کو غیر اللہ کی

طرف منسوب کرنا بہت بڑی گمراہی ہے۔ ہدایت کی طرف پہلا قدم یہ ہے کہ اسے اللہ کی طرف منسوب کیا جائے۔ وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تعالیٰ کے مطابق ہر نعمت اللہ دیتا ہے اور تکلیف بھی وہی دیتا ہے۔ خیر ہو یا شر' خوشگوار حالات ہوں یا ناگوار' جو بھی ہے مِن جانب اللہ ہے۔ سب کچھ اللہ کے حکم سے ہوا' لہٰذا نقصان کی صورت میں اسباب کے خلاف پیچ و تاب اور انتقام کے جذبات سرد پڑ جاتے ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی خیر ملی ہے تو وہ اللہ کا فضل ہے نہ کہ انسان کا اپنا کمال۔ لہٰذا انسان میں نہ تکبر کا احساس پیدا ہوتا ہے اور نہ ہی وہ اتراتا اور اپنی بڑائی کرتا ہے۔

۲) اِس کائنات میں وقوع پذیر ہونے والے تمام معاملات پہلے ہی سے طے شدہ اور علمِ خداوندی میں موجود ہیں۔ لہٰذا یہاں کوئی واقعہ ممکن ہے ہمارے لیے حادثہ ہو' درحقیقت حادثہ نہیں ہے۔ کوئی بات انہونی نہیں ہے۔ جو تکلیف آئی ہے وہ اپنے طے شدہ وقت پر آنی ہی تھی اور تقدیر میں لکھا کوئی نہیں ٹال سکتا۔

۳) اللہ کے ہر فیصلہ میں ضرور کوئی خیر پوشیدہ ہے۔ سورۂ آلِ عمران میں فرمایا گیا:

﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۚ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝﴾

''کہو کہ اے اللہ' (اے) بادشاہی کے مالک! تو جس کو چاہے بادشاہی بخشے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لے' اور جس کو چاہے عزت دے اور جس کو چاہے ذلیل کرے' ہر طرح کی بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے' بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔''

ہم اپنے ناقص علم کی وجہ سے اللہ کے فیصلہ کے خیر کے پہلو کو سمجھ نہیں سکتے لیکن اللہ کے فیصلہ میں ضرور ہماری بہتری ہوتی ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝﴾ (البقرۃ)

''تم پر (اللہ کی راہ میں) لڑنا فرض کر دیا گیا ہے خواہ وہ تمہیں ناگوار ہو' ممکن ہے تم کسی شے کو ناپسند کرو اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو' اور ممکن ہے تم کسی شے کو پسند کرو اور وہ تمہارے لیے نقصان دہ ہو' اور اللہ جانتا ہے' تم نہیں جانتے۔''

سورۃ التوبہ میں منافقین کو اہلِ ایمان کی طرف سے آگاہ کیا گیا:

﴿قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿٥١﴾ قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ۭ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ اَوْ بِاَيْدِيْنَا ۚ فَتَرَبَّصُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ ﴿٥٢﴾﴾

''(اے نبیؐ) کہہ دیجئے ہمیں ہرگز نہ پہنچے گا مگر وہی جو لکھ دیا اللہ نے ہمارے لیے' وہی ہمارا کارساز ہے اور مؤمنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔ کہہ دیجئے کہ تم کیا امید کرو گے ہمارے حق میں مگر دو بھلائیوں میں سے ایک کی' اور ہم تمہارے حق میں منتظر ہیں کہ بھیجے اللہ تم پر کوئی عذاب اپنے پاس سے یا ہمارے ہاتھوں۔ سو انتظار کرو' ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتے ہیں۔''

حدیثِ مبارکہ ہے:

((عَجَباً لِاَمْرِ الْمُؤْمِنِ اِنَّ اَمْرَهٗ كُلَّهٗ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذَاكَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ اِنْ اَصَابَتْهُ سَرَّآءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ وَاِنْ اَصَابَتْهُ ضَرَّآءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ)) (۲)

''مؤمن کا معاملہ بھی عجیب ہے' اُس کے ہر معاملے میں خیر ہے' اور یہ چیز مؤمن کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں۔ اگر اُسے نعمت ملے وہ شکر کرتا ہے تو یہ اُس کے لیے بہتر ہے' اور اگر اُسے تکلیف پہنچتی ہے وہ صبر کرتا ہے تو یہ اُس کے لیے بہتر ہے''۔

اللہ تعالیٰ ہمارا ہم سے بڑھ کر خیر خواہ اور ہماری مصلحتوں کا ہم سے بہتر جاننے والا ہے۔ بقول شاعر:۔

کار سازِ ما بفکرِ کارِ ما
فکرِ ما در کارِ ما آزارِ ما

''ہمارا کارساز ہمارے مسائل کے حل کا دھیان رکھتا ہے۔ ہمارا بذاتِ خود اپنے مسائل کے حل کے بارے میں متفکر ہونا ہمیں پریشان کر دیتا ہے۔''

ہمیں اِس دنیا میں جو بھی تکلیف پہنچتی ہے' اگر ہم نے اُس پر صبر کیا تو وہ روزِ قیامت ہمارے گناہوں کا کفارہ اور ہمارے حق میں باعثِ اجر و ثواب ہوگی۔ ارشاداتِ نبویؐ ہیں:

((مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّصِبْ مِنْهُ)) (۳)

''جس بندے کے بارے میں اللہ خیر کا فیصلہ فرماتا ہے' اُسے مصیبت سے دوچار کر دیتا ہے۔''

((اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِعَبْدِہِ الْخَیْرَ عَجَّلَ لَہُ الْعُقُوْبَۃَ فِی الدُّنْیَا' وَاِذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِعَبْدِہِ الشَّرَّ اَمْسَکَ عَنْہُ بِذَنْبِہٖ حَتّٰی یُوَافِیَ بِہٖ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ)) (۴)

''جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اُس کو (اُس کے گناہوں کی سزا) جلد ہی دنیا میں دے دیتا ہے (یعنی تکلیفوں اور آزمائشوں کے ذریعے سے اُس کے گناہوں کی معافی کا سامان پیدا کر دیتا ہے) اور جب اپنے بندے کے ساتھ برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اُس سے اُس کے گناہ کی سزا (دنیا میں) روک لیتا ہے' یہاں تک کہ قیامت والے دن اُس کو پوری سزا دے گا''۔

نبی اکرم ﷺ نے مزید فرمایا:

((اِنَّ عِظَمَ الْجَزَآءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَآءِ' وَاِنَّ اللّٰہَ اِذَا اَحَبَّ قَوْماً اِبْتَلَاھُمْ' فَمَنْ رَضِیَ فَلَہُ الرِّضَا' وَمَنْ سَخِطَ فَلَہُ السَّخَطُ)) (۵)

''آزمائش جتنی عظیم ہوگی بدلہ بھی اسی قدر عظیم ہوگا' اور اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو پسند فرماتا ہے تو اُس کو آزمائش سے دوچار فرما دیتا ہے' پس جو (اُس سے) راضی ہوتا ہے اُس کے لیے (اللہ کی) رضا ہے اور جو (اُس آزمائش کی وجہ سے اللہ سے) ناراض ہوتا ہے اُس کے لیے (اللہ کی) ناراضی ہے۔''

((یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی: مَا لِعَبْدِی الْمُؤْمِنِ عِنْدِیْ جَزَاءٌ اِذَا قَبَضْتُ صَفِیَّہٗ مِنْ اَھْلِ الدُّنْیَا ثُمَّ احْتَسَبَہٗ اِلَّا الْجَنَّۃُ)) (۶)

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں جب اپنے مؤمن بندے کے اہل دنیا میں سے کسی پیارے کو واپس لے لیتا ہوں لیکن وہ اُس پر ثواب کی نیت (سے صبر و رضا کا مظاہرہ) کرتا ہے تو اُس کے لیے میرے پاس جنت کے سوا کوئی بدلہ نہیں ہے۔''

((مَا یُصِیْبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَّلَا وَصَبٍ وَّلَا ھَمٍّ وَّلَا حُزْنٍ وَّلَا اَذًی وَّلَا غَمٍّ حَتَّی الشَّوْکَۃِ یُشَاکُھَا اِلَّا کَفَّرَ اللّٰہُ بِھَا مِنْ خَطَایَاہُ)) (۷)

''مسلمان کو جو بھی تکان' بیماری' فکر' غم اور تکلیف پہنچتی ہے' حتیٰ کہ کانٹا بھی چبھتا ہے تو اِس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اُس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔''

((اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا سَبَقَتْ لَہٗ مِنَ اللّٰہِ مَنْزِلَۃٌ لَمْ یَبْلُغْھَا بِعَمَلِہٖ اِبْتَلَاہُ اللّٰہُ فِیْ

جَسَدِهٖ اَوْ فِیْ مَالِهٖ اَوْ فِیْ وَلَدِهٖ ——— قَالَ ابو داوٗد زَادَ ابْنُ نُفَیْلٍ ثُمَّ صَبَّرَهٗ عَلٰی ذٰلِكَ ثُمَّ اتَّفَقَا ——— حَتّٰی یُبْلِغَهُ الْمَنْزِلَةَ الَّتِیْ سَبَقَتْ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی)) (۸)

''کسی بندۂ مؤمن کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا بلند مقام طے ہو جاتا ہے جس کو وہ اپنے عمل (مجاہدے) سے نہیں پا سکتا تو اللہ تعالیٰ اُس کو کسی جسمانی یا مالی تکلیف میں یا اولاد کی طرف سے کسی صدمہ یا پریشانی (غیر اختیاری مجاہدے) میں مبتلا کر دیتا ہے' پھر اُس کو صبر کی توفیق دے دیتا ہے' یہاں تک کہ اُسے اُس بلند مقام پر پہنچا دیتا ہے جو اُس کے لیے پہلے سے طے ہو چکا ہوتا ہے''۔

سورۂ کہف میں ایک قصہ کے ذریعہ واضح کیا گیا کہ واقعات کا ظاہر کچھ اور ہوتا ہے لیکن اُن کی حقیقت کچھ اور ہوتی ہے۔ اِس قصہ میں تین واقعات ایسے آئے ہیں کہ جن کا ظاہر شر محسوس ہو رہا تھا لیکن اُن کی حقیقت خیر تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام' حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ ایک کشتی میں سفر کر رہے تھے۔ حضرت خضرؑ نے کشتی کا ایک تختہ نکال کر پھینک دیا۔ بظاہر یہ کام ظلم تھا لیکن حضرت خضرؑ نے وضاحت کی کہ ایک بادشاہ صحیح سالم کشتیوں کو غصب کرتا آ رہا تھا۔ اگر یہ کشتی سالم ہوتی تو بادشاہ چھین لیتا۔ گویا ایک تختہ ضائع ہو گیا لیکن پوری کشتی بچ گئی۔ اِس کے بعد ایک بچے کو حضرت خضرؑ نے قتل کر دیا۔ بظاہر یہ قتلِ ناحق تھا لیکن حضرت خضرؑ نے بتایا کے اِس بچے نے بڑے ہو کر اپنے والدین کے لیے وبالِ جان بننا تھا۔ وہ اپنا بھی نامۂ اعمال سیاہ کرتا اور والدین کو بھی پریشان کرتا۔ اللہ تعالیٰ والدین کو اِس سے بہتر بچہ عطا فرمائے گا۔ اِس کے بعد حضرت خضرؑ اور حضرت موسیٰؑ ایک بستی میں پہنچے۔ بستی والوں نے اِن مسافروں کو کھانا کھلانے سے انکار کر دیا۔ حضرت خضرؑ نے بستی میں ایک ایسی دیوار تعمیر کر دی جو بالکل گرنے والی تھی۔ حضرت موسیٰؑ نے اعتراض کیا کہ آپ نے بغیر معاوضے کے بخیل بستی والوں کا یہ کام کر دیا۔ حضرت خضرؑ نے وضاحت کی کہ اِس دیوار کے نیچے دو یتیم بچوں کی وراثت ایک خزانہ کی صورت میں دفن ہے۔ اگر دیوار گر جاتی تو وہ خزانہ بخیل بستی والوں کے ہاتھ میں آ جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے یہ دیوار تعمیر کرا دی تا کہ حق داروں کو اُن کا حق مل جائے۔ آخر میں حضرت خضرؑ نے فرمایا کہ میں نے سب کچھ اللہ کے حکم سے کیا اور یہ سب اللہ کی رحمت کے مظاہر ہیں۔

۴) اِس دنیا کی ہر راحت یا تکلیف عارضی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿مَا عِنْدَكُمْ یَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ؕ وَلَنَجْزِیَنَّ الَّذِیْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ

بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿﴾ (النحل)

''جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جاتا ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے (یعنی کبھی ختم نہیں ہوگا)۔ اور جن لوگوں نے صبر کیا ہم اُن کو اُن کے اعمال کا نہایت اچھا بدلہ دیں گے۔''

اگر کوئی شے ہم سے چھن گئی ہے تو اُس نے ایک روز فنا ہونا ہی تھا۔ دُنیوی زندگی تو ہے ہی بڑی محدود۔ اصل زندگی تو ہے ہی آخرت کی۔ انسان کی تمنا یہ ہونی چاہیے کہ اے اللہ ہمیں آخرت کی نعمتیں عطا فرما۔ ہمیں اپنے مرنے والے عزیزوں کا جنت میں ساتھ عطا فرما۔ جنت کا ساتھ کبھی ختم ہونے والا نہیں اور دنیا کا ساتھ تو لازمی ختم ہوگا۔ آج اگر ہمارے کسی عزیز کا انتقال ہوا ہے تو اُس نے ایک روز مرنا ہی تھا اور ہمیں بھی کسی روز یہاں سے رخصت ہونا ہی ہے۔ اِسی لیے مصیبت پر یہ کلمات پڑھنا مسنون ہے کہ: اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ (ہم اللہ ہی کے ہیں اور ہمیں اُسی کی طرف لوٹ جانا ہے)۔

ایک بادشاہ نے شاندار محل بنوایا اور ایک درویش کو اُس محل کے نظارہ کی دعوت دی۔ درویش نے تبصرہ کیا کہ اگر کسی طرح دو باتوں کا ازالہ ہو جائے تو پھر یہ محل بہت ہی عمدہ ہے۔ پہلی یہ کہ محل کے بارے میں ضمانت مل جائے کہ یہ ہمیشہ رہے گا۔ دوسری یہ کہ بادشاہ سلامت بھی ہمیشہ اِس محل میں رہ سکیں گے۔ اصل حقیقت تو یہ ہے کہ محل یہیں رہے گا اور بادشاہ سلامت دنیا سے چلے جائیں گے اور یا بادشاہ سلامت کے سامنے کوئی آفت اِس محل کو برباد کر دے گی۔

۵) اللہ تعالیٰ نے دُنیوی زندگی ہمیں عطا ہی اِس لیے کی ہے کہ وہ ہمارا امتحان لے۔ از روئے الفاظِ قرآنی:

﴿خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۚ﴾ (الملک: ۲)

''اُس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں سے کون عمل کے اعتبار سے بہتر ہے۔''

علامہ اقبال نے اس حقیقت کی ترجمانی ان الفاظ میں کی ہے:

قلزمِ ہستی سے تو اُبھرا ہے مانندِ حباب
اِس زیاں خانے میں تیرا امتحاں ہے زندگی!

اِس دنیا میں انسان پر جو اچھے یا برے حالات آتے ہیں وہ درحقیقت اللہ کی طرف سے ایک

امتحان وآزمائش کا ذریعہ ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۭ وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴾ (الانبیاء)

''اور ہم تمہیں آزماتے ہیں شر اور خیر سے جو آزمائش کی صورتیں ہیں' اور تم ہماری ہی طرف لوٹ کر آؤ گے۔''

اِس حقیقت کو بڑے مؤثر اسلوب میں بیان کیا گیا سورۃ الفجر کی آیات ۱۵ اور ۱۶ میں:

﴿ فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ۝ وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ۝ ﴾

''پس انسان (کا معاملہ عجیب ہے کہ) جب اُس کا پروردگار اُس کو آزماتا ہے تو اُسے عزت دیتا اور نعمت بخشتا ہے تو یہ کہتا ہے کہ میرے پروردگار نے مجھے عزت بخشی۔اور جب (دوسری طرح) آزماتا ہے کہ اُس پر روزی تنگ کر دیتا ہے تو یہ کہتا ہے کہ میرے پروردگار نے مجھے ذلیل کیا۔''

درحقیقت دُنیوی زندگی میں نہ تو خوشحالی عزت کی علامت ہے اور نہ ہی تنگدستی ذلت کا مظہر۔یہ دونوں صورتیں امتحان اور آزمائش کی ہیں۔اللہ ہر پہلو سے انسان کو جانچتا ہے۔ کبھی وہ دے کر آزماتا ہے اور کبھی چھین کر۔ایک شکر کا امتحان ہے اور دوسرا صبر کا۔کبھی اللہ تعالیٰ نعمتیں دیتا ہے یہ دیکھنے کے لیے کہ بندہ شکر کرتا ہے یا نہیں۔کہیں عیش میں اللہ کو بھول تو نہیں جاتا۔بقول شاعر:

ظفر آدمی اُس کو نہ جانیے گا' وہ ہو کیسا ہی صاحبِ فہم و ذکا
جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی' جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا!

کبھی اللہ تعالیٰ تکلیف دیتا ہے یہ جانچنے کے لیے کہ بندہ صبر کرتا ہے یا نہیں۔قرآنِ حکیم میں بار بار نیک بندوں کی صفات آئی ہیں صبر اور شکور۔نعمتوں کے ملنے پر ہمیں شکر کرنا چاہیے اور تکلیف آنے پر صبر۔مصائب پر شور و واویلا کرنے' مرثیہ پڑھنے اور اللہ سے شکوہ یا شکایت کرنے سے مرنے والے واپس نہیں آتے اور نقصانات کی تلافی نہیں ہوتی' لیکن ہم اجر سے محروم ہو جاتے ہیں۔بعض خواتین غم کے موقع پر اِس انداز سے مرنے والے کی باتیں یاد دلاتی ہیں یا نوحہ پڑھتی ہیں کہ اِس سے صدمہ میں اضافہ ہو جاتا ہے۔یہ عمل اللہ کو پسند نہیں' کیونکہ ایسا کرنا اللہ کے فیصلہ پر عدم اطمینان کا اظہار ہے۔اِس حوالے سے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ بَرِیْ مِنَ الصَّالِقَةِ وَالْحَالِقَةِ وَالشَّاقَّةِ(۹)

''بے شک اللہ کے رسول ﷺ اُس عورت سے بیزار ہیں جو نوحہ کرنے والی' (مصیبت کی وجہ سے) سر منڈانے والی اور گریبان چاک کرنے والی ہو۔''

((اَلنَّائِحَةُ اِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا تُقَامُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِّنْ قَطِرَانٍ وَدِرْعٌ مِّنْ جَرَبٍ)) (۱۰)

''بین کرنے والی عورت' اگر مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے' تو اُسے قیامت کے دن اس طرح کھڑا کیا جائے گا کہ اُس پر تارکول کا کرتہ اور خارش کی زرہ ہوگی۔''

((اِثْنَتَانِ فِی النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ: اَلطَّعْنُ فِی النَّسَبِ وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ)) (۱۱)

''دو چیزیں لوگوں میں ایسی ہیں جو اُن کے حق میں کفر ہیں۔ نسب میں طعنہ زنی کرنا اور میت پر بین کرنا۔''

((لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَ شَقَّ الْجُيُوْبَ وَ دَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ)) (۱۲)

''وہ شخص ہم میں سے نہیں جس نے رخساروں کو پیٹا اور گریبانوں کو چاک کیا اور جاہلیت کے بول بولے (یعنی بین کیا)۔''

((عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ :اَخَذَ عَلَيْنَا النَّبِیُّ ﷺ عِنْدَ الْبَيْعَةِ اَنْ لَّا نَنُوْحَ))(۱۳)

حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ نے بیعت کے وقت ہم سے یہ عہد لیا کہ ہم بین نہیں کریں گی۔''

عَنْ اَسِيْدِ بْنِ اَبِیْ اَسِيْدٍ عَنِ امْرَأَةٍ مِنَ الْمُبَايِعَاتِ قَالَتْ: ((كَانَ فِيمَا اَخَذَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِی الْمَعْرُوْفِ الَّذِیْ اَخَذَ عَلَيْنَا اَنْ لَّا نَعْصِيَهُ فِيْهِ اَنْ لَّا نَخْمُشَ وَجْهاً وَّلَا نَدْعُوَ وَيْلاً وَّلَا نَشُقَّ جَيْباً وَّاَنْ لَّا نَنْشُرَ شَعَراً))(۱۴)

''حضرت اُسید بن ابی اُسید اُس عورت سے روایت کرتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے بیعت کرنے والوں میں سے تھی۔ اُس نے بیان کیا کہ وہ بھلائی کے کام' جن کے کرنے کا اللہ کے رسول ﷺ نے ہم سے عہد لیا تھا' اُن میں یہ عہد بھی تھا کہ ہم اللہ کی نافرمانی نہ کریں' چہرہ نہ نوچیں' ہلاکت کی بددعا نہ کریں' گریبان چاک نہ کریں اور بال نہ بکھیریں۔''

پھر اصل صبر وہ ہے جو فوری طور پر کیا جائے' ورنہ شکوے شکایات کرنے کے بعد صبر تو کرنا ہی پڑتا ہے اور اُس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ بخاری اور مسلم میں یہ واقعہ بیان ہوا :

مَرَّ النَّبِیُّ ﷺ بِامْرَأَۃٍ تَبْکِیْ عِنْدَ قَبْرٍ فَقَالَ: ((اتَّقِی اللّٰہَ وَاصْبِرِیْ)) قَالَتْ: اِلَیْکَ عَنِّیْ فَاِنَّکَ لَمْ تُصَبْ بِمُصِیْبَتِیْ ' وَلَمْ تَعْرِفْہُ ' فَقِیْلَ لَھَا اِنَّہُ النَّبِیُّ ﷺ فَاَتَتْ بَابَ النَّبِیِّ ﷺ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدَہُ بَوَّابِیْنَ فَقَالَتْ: لَمْ اَعْرِفْکَ' فَقَالَ :((اِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَۃِ الْاُوْلٰی))(۱۵)

''نبی کریم ﷺ ایک عورت کے پاس سے گزرے جو ایک قبر پر بیٹھی رو رہی تھی۔ آپؐ نے اُس سے فرمایا: ''اللہ سے ڈر اور صبر کر''۔ اُس نے کہا: مجھ سے دُور ہو جا! تجھے وہ مصیبت نہیں پہنچی جو مجھے پہنچی ہے۔ اُس نے رسول اللہ ﷺ کو نہیں پہچانا (اس لیے فرطِ غم میں اُس نے نازیبا انداز اختیار کیا)۔ بعد میں اُسے بتلایا گیا کہ وہ تو نبی ﷺ تھے۔ چنانچہ (یہ سن کر) وہ آپؐ کے دروازے پر آئی' وہاں دربانوں کو نہیں پایا' (آ کر) اُس نے عرض کیا کہ میں نے آپ کو نہیں پہچانا۔ آپؐ نے (اُسے پھر وعظ کرتے ہوئے) فرمایا: ''صبر تو یہی ہے کہ صدمے کے آغاز میں کیا جائے (بعد میں تو صبر آ ہی جاتا ہے)۔''

۶) آخرت میں جواب دہی کے حوالے سے صبر کا امتحان شکر کے امتحان کے مقابلہ میں آسان ہے۔ وہ آزمائش نسبتاً آسان ہے جس میں اللہ نے کچھ چھین کر آزمایا ہو' بجائے اِس کے کہ اللہ نے کچھ دے کر امتحان لیا ہو۔ روزِ قیامت ﴿ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ﴾ کے مطابق ایک ایک نعمت کے حوالے سے جوابدہی کرنی ہوگی۔ زندگی' مال اور اولاد کے حوالے سے باز پرس ہوگی۔ اِس دنیا میں اِن نعمتوں کی جتنی فروانی ہوگی اتنا ہی حساب دینا یعنی account for کرنا بھاری ہو جائے گا۔ اِس کے برعکس اگر انسان کے پاس دُنیوی نعمتیں کم ہیں تو انسان کے لیے جوابدہی کا مرحلہ آسان ہو جائے گا۔ نبی اکرم ﷺ کے ارشادات ہیں :

((اِطَّلَعْتُ فِی الْجَنَّۃِ فَرَاَیْتُ اَکْثَرَ اَھْلِھَا الْفُقَرَاءَ وَاطَّلَعْتُ فِی النَّارِ فَرَاَیْتُ اَکْثَرَ اَھْلِھَا النِّسَاءَ))(۱۶)

''میں نے جنت میں دیکھا تو اُس میں اکثر تعداد فقراء کی تھی اور جہنم میں دیکھا تو اُس میں اکثر تعداد عورتوں کی تھی۔''

((يَدْخُلُ الْفُقَرَاءُ الْجَنَّةَ قَبْلَ الْاَغْنِيَاءِ بِخَمْسِ مِائَةِ عَامٍ.....)) (۱۷)

''فقراء جنت میں مالداروں سے پانچ سو برس قبل داخل ہوں گے۔''

((يَوَدُّ اَهْلُ الْعَافِيَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حِيْنَ يُعْطَى اَهْلُ الْبَلَاءِ الثَّوَابَ لَوْ اَنَّ جُلُوْدَهُمْ كَانَتْ قُرِضَتْ فِي الدُّنْيَا بِالْمَقَارِيْضِ)) (۱۸)

''قیامت کے دن جب اُن بندوں کو جو دنیا میں مبتلائے مصائب رہے' اِن مصائب کے عوض اجر وثواب دیا جائے گا تو وہ لوگ جو دنیا میں ہمیشہ آرام اور چین سے رہے' حسرت کریں گے کہ کاش دنیا میں ہماری کھالیں قینچیوں سے کاٹی گئی ہوتیں''۔

صبر کی آزمائش کے نسبتاً آسان ہونے کے حوالے سے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا واقعہ ہے کہ خلق قرآن کے مسئلہ میں اُن پر تشدد ہو رہا تھا اور پیٹھ پر کوڑے برس رہے تھے' ایسے کوڑے کہ اگر ہاتھی کو مارے جاتے تو وہ بھی بلبلا اٹھتا' لیکن آپ نے اِس پر نہ اُف کی اور نہ آنسو بہائے۔ پھر وہ وقت آیا کہ نئے خلیفہ نے تلافی کے لیے آپ کے گھر پر اشرفیوں کا بھرا ہوا تھیلا بھیجا تو آپ رونے لگے اور فرمایا: اے اللہ! میں اس آزمائش کا اہل نہیں ہوں' یہ زیادہ بڑی آزمائش ہے' اِس میں کامیاب ہونا زیادہ مشکل ہے۔

البتہ اِس کا ہرگز یہ مفہوم نہیں ہے کہ ہم دعا کریں کہ اے اللہ ہمیں بھی صبر کے امتحان میں ڈال دے۔ ایسی آرزو کرنا اپنے آپ کو بہادر ظاہر کرنے کے مترادف ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی مشکل آ جائے اور ہم صبر نہ کر سکیں۔ اللہ سے ہمیشہ عافیت ہی مانگنی چاہیے۔ البتہ اگر کوئی تکلیف آ ہی جائے' کوئی صدمہ پہنچ ہی جائے یا کوئی نقصان ہو ہی جائے تو آدمی اُس پر یہ سوچ کر صبر کر لے کہ اِس امتحان کا اجر اللہ کے ہاں زیادہ ہے' اگر میں اِس پر صبر کر لوں اور اللہ سے کوئی شکوہ وشکایت نہ کروں۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِرَجُلٍ وَهُوَ يَقُوْلُ : اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ الصَّبْرَ فَقَالَ ﷺ : ((قَدْ سَاَلْتَ الْبَلَاءَ فَسَلِ اللّٰهَ الْعَافِيَةَ)) (۱۹)

''حضور نبی اکرم ﷺ کا گزر ایک شخص پر سے ہوا' جو دعا کر رہے تھے: اے اللہ! مجھے صبر دے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے اللہ سے آزمائش مانگی ہے' پس اللہ سے عافیت کا سوال کرو۔''

مسنون دعا ہے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ وَالْمُعَافَاةَ وَحُسْنَ الْيَقِيْنِ فِي الدُّنْيَا

وَالْاٰخِرَةِ))

''اے اللہ! میں آپ سے دنیا اور آخرت کے لیے سوال کرتا ہوں بخشش' تندرستی' لوگوں کے شرور سے حفاظت اور عمدہ یقین کا۔''

﴿لِكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ﴾ (تاکہ تم افسوس نہ کرو اُس پر جو شے تمہارے ہاتھ سے جاتی رہے) کے الفاظ رہنمائی دے رہے ہیں کہ مذکورہ بالا حقائق کا ادراک ہو تو انسان کسی عزیز کے انتقال' کسی مالی نقصان اور کسی موقع کے ہاتھ سے نکل جانے کا ایسا تأثر نہیں لیتا کہ اپنے بال نوچے' گریبان پھاڑے' سر دیوار سے ٹکرائے' سر پر خاک ڈالے' نوحے یا مرثیے پڑھے' اللہ سے شکوے کرے یا زمانے کو موردِ الزام ٹھہرائے کہ:

ہاں اے فلکِ پیر جواں تھا ابھی عارف
کیا تیرا بگڑتا جو نہ مرتا کوئی دن اور؟

مذکورہ بالا حقائق کا شعور بندۂ مؤمن میں تسلیم و رضا کی کیفیت پیدا کرتا ہے۔ اِس کے برعکس ایک عام انسان کی نگاہ صرف اسباب پر ہوتی ہے اور وہ اچھے یا برے حالات کا بہت زیادہ تأثر لیتا ہے۔ از روئے الفاظِ قرآنی:

﴿وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَئُوْسًا ﴿۸۳﴾﴾ (بنی اسرائیل)

''اور جب ہم انسان کو نعمت بخشتے ہیں تو اعراض کرتا ہے اور پہلو پھیر لیتا ہے' اور جب اُسے سختی پہنچتی ہے تو ناامید ہو جاتا ہے۔''

﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ﴿۱۹﴾ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ﴿۲۰﴾ وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ﴿۲۱﴾﴾ (المعارج)

''کچھ شک نہیں کہ انسان کم حوصلہ پیدا ہوا ہے۔ جب اُسے تکلیف پہنچتی ہے تو گھبرا اُٹھتا ہے' اور جب آسائش حاصل ہوتی ہے تو بخیل بن جاتا ہے۔''

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

((اِحْرِصْ عَلٰى مَا يَنْفَعُكَ وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَلَا تَعْجَزْ وَاِنْ اَصَابَكَ شَيْءٌ فَلَا تَقُلْ: لَوْ اَنِّيْ فَعَلْتُ كَانَ كَذَا وَكَذَا وَلٰكِنْ قُلْ: قَدَرُ اللّٰهِ وَمَا شَاءَ فَعَلَ' فَاِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ)) (۲۰)

''اُس شے کی حرص کرو جو تمہیں فائدہ دے اور اللہ سے مدد طلب کرو اور ہمت نہ

ہارو' اور اگر تمہیں کچھ (نقصان) پہنچ جائے تو یہ مت کہو کہ اگر میں ایسا کر لیتا تو ایسا ہو جاتا۔ البتہ یہ کہو کہ اللہ کی تقدیر یہی تھی اور جو اُس نے چاہا کر دیا' کیوں کہ 'اگر' کا لفظ (کلمہ لَوْ) شیطان کے کام کا دروازہ کھول دیتا ہے۔''

رضائے حق پہ راضی رہ' یہ حرفِ آرزو کیسا؟
خدا خالق' خدا مالک' خدا کا حکم' تو کیسا؟

تسلیم و رضا کی کیفیت کا مولانا محمد علی جوہرؒ کے اِن اشعار میں کیا خوب اظہار ہے جو اُنہوں نے اپنی بیٹی کے نام جیل سے لکھے تھے' جب وہ ٹی بی کے مرض میں مبتلا تھی :

میں ہوں مجبور پر اللہ تو مجبور نہیں
تجھ سے میں دور سہی وہ تو مگر دور نہیں
امتحاں سخت سہی پر دلِ مؤمن ہی وہ کیا
جو ہر اِک حال میں امید سے مامور نہیں
تیری صحت ہمیں مطلوب ہے لیکن اُس کو
نہیں منظور تو پھر ہم کو بھی منظور نہیں!

اللہ اور تقدیر پر ایمان انسان کو داخلی امن و سکون دیتا ہے' کیونکہ ایمان کے معنی ہیں امن دینا۔ بندۂ مؤمن کبھی بھی غم کو گلے کا ہار نہیں بناتا اور نہ ہی اُس کی طبیعت اس طرح بجھ کر رہ جاتی ہے کہ وہ مستقل مایوسی (Depression) کا شکار ہو جائے اور اُس کی کمرِ ہمت ٹوٹ کر رہ جائے۔

اِن آیات میں کسی صدمہ پر فوری اور غیر اختیاری تأثر کی نفی نہیں' بلکہ اُس مستقل تأثر کی نفی ہے جس سے زبان پر شکوہ اور دل میں ربّ سے بدگمانی کا شائبہ پیدا ہوتا ہے۔ اگر وقتی طور پر انسان مغموم ہو اور آنکھوں سے آنسو بہہ جائیں تو یہ کیفیات ایمان کے منافی نہیں ہیں۔ بخاری و مسلم میں یہ واقعہ بیان ہوا ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ کے نواسے یعنی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے صاحب زادے پر نزع کا وقت قریب آیا تو اُنہوں نے آپ ﷺ سے تشریف لانے کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے پیغام بھیجا:

((اِنَّ لِلّٰهِ مَااَخَذَ وَلَهٗ مَااَعْطٰى وَكُلٌّ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُسَمًّى فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ)) (۲۱)

''اللہ تعالیٰ کسی سے جو کچھ لے وہ بھی اُسی کا ہے' اور کسی کو جو کچھ دے وہ بھی اُسی کا ہے'

(الغرض ہر چیز ہر حال میں اُسی کی ہے' اگر کسی کو دیتا ہے تو اپنی چیز دیتا ہے اور کسی سے لیتا ہے تو اپنی چیز واپس لیتا ہے) اور ہر چیز کے لیے اُس کی طرف سے ایک مدت اور وقت مقرر ہے (اور اُس وقت کے آجانے پر وہ چیز اس دنیا سے اٹھالی جاتی ہے) پس چاہیے کہ تم صبر کرو اور اللہ تعالیٰ سے اِس صدمہ کے اجر وثواب کی طالب بنو۔''

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے قسم دے کر آپ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ ﷺ ضرور تشریف لائیں۔ آپ ﷺ چند صحابہؓ کے ساتھ اپنی صاحبزادی کے ہاں پہنچے۔ بچہ اٹھا کر آپ کی گود میں دیا گیا۔ اُس کا سانس اُکھڑ رہا تھا۔ اِس حال میں بچے کو دیکھ کر آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اِس پر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے حیرت سے عرض کیا: یہ کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((هٰذِهٖ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللّٰهُ فِي قُلُوْبِ عِبَادِهٖ' فَاِنَّمَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ))(۲۲)

''یہ رحمت کے اُس جذبہ کا اثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھ دیا ہے' اور اللہ کی رحمت اُن ہی بندوں پر ہوگی جن کے دلوں میں رحمت کا یہ جذبہ ہو (اور جن کے دل سخت اور رحمت کے جذبہ سے بالکل خالی ہوں' وہ خدا کی رحمت کے مستحق نہ ہوں گے)۔''

اِسی طرح جب آپ ﷺ کے صاحبزادے سیدنا ابراہیم (علیہ وعلیٰ ابیہ السلام) پر نزع کا عالم طاری ہوا تو اُن کو دیکھ کر آپ ﷺ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: آپ ﷺ کی یہ کیفیت؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا يَرْضٰى رَبُّنَا' وَاِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا اِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ))(۲۳)

''آنکھ آنسو بہاتی ہے' دل مغموم ہے' اور زبان سے ہم وہی کہیں گے جو اللہ کو پسند ہو (یعنی اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ) اور اے ابراہیم! تمہاری جدائی کا ہمیں صدمہ ہے۔''

﴿وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَا اٰتٰكُمْ﴾ (اور نہ اتراؤ اُس پر جو تم کو وہ (اللہ) عطا کرے) کے الفاظ سے مراد یہ ہے کہ کسی نعمت کے ملنے پر خوشی ومسرت کا اظہار کرنا ایک فطری عمل ہے اور یہ ایمان کے منافی نہیں ہے۔ البتہ ایسے موقع پر خوشی کی وجہ سے پھولے نہ سمانا اور اترانا

ایمان کے منافی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان حصولِ نعمت کو اپنی صلاحیت اور کاوشوں کا نتیجہ سمجھتا ہے لہٰذا اُس میں خود پسندی اور اپنی بڑائیاں کرنے کی برائی پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی لیے فرمایا:

﴿وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۝﴾

(اور اللہ پسند نہیں کرتا خود کو کچھ سمجھنے والے اور بڑائی کرنے والے کو)۔

درحقیقت جتنا انسان ایمان سے دور ہوگا اتنا ہی اِن غم اور خوشی کی کیفیات میں اعتدال سے ہٹتا چلا جائے گا۔ جتنا انسان حقائق سے قریب تر آئے گا' ایمان سے بہرہ ور ہوگا' معرفتِ ربانی سے حصہ پائے گا' اتنا ہی اِن دونوں کیفیات کے مابین فاصلہ کم سے کم تر ہوتا چلا جائے گا۔ کشادگی ہو یا تنگی' مسرت بخش صورتِ حال ہو یا تکلیف دہ کیفیت' اِن سب کے مابین انسان کی معنوی شخصیت ایک چٹان کے مانند کھڑی ہوگی:

یہ نغمہ فصلِ گل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لَا اِلٰہ اِلَّا اللہ!

اِس کے بعد آیت ۲۴ میں فرمایا گیا:

﴿اَلَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝﴾

''جو بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کا مشورہ دیتے ہیں' اور جس نے رُخ پھیر لیا تو بے شک اللہ کسی کا محتاج نہیں اور بذاتِ خود محمود ہے۔''

﴿اَلَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ﴾ (جو بخل کرتے ہیں) سے مراد وہ لوگ ہیں جو ایمانی حقائق سے دور اور محروم ہیں۔ وہ دُنیوی زندگی کو ہی اصل زندگی سمجھتے ہیں' یہاں کے برے حالات کا شدید تأثر لیتے ہیں اور یہاں کی نعمتوں کو سمیٹ سمیٹ کر رکھتے ہیں۔ سورۃ الھمزۃ میں اِس طرح کے کردار کو یوں بیان کیا گیا:

﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِۨ ۝ الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۝ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ۝﴾ (الھمزۃ)

''خرابی ہے ہر طعنہ دینے اور چغلی کھانے والے کے لیے' جو مال جمع کرتا اور اُسے گن گن کر رکھتا ہے (اور) خیال کرتا ہے کہ اُس کا مال اُسے ہمیشہ زندہ رکھے گا۔''

سورۃ الحدید کی آیت ۱۸ میں ہم سمجھ چکے ہیں کہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا انسان کے دل کو ایمان کے نور سے منور کرتا ہے۔ اِس کے برعکس مال روک روک کر رکھنا انسان کے دل میں نفاق پیدا کرتا ہے۔ منافقین خود تو نیک کاموں سے محروم ہوتے ہیں لیکن ساتھ ہی ساتھ دوسروں کو بھی نیک کاموں سے منع کرتے ہیں۔ اِسی لیے اس آیت کے اگلے حصہ میں فرمایا: ﴿وَيَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ﴾ (اور وہ لوگوں کو بھی بخل کا مشورہ دیتے ہیں)۔ جو لوگ پیچھے رہ جاتے ہیں اُنہیں آگے بڑھنے والے کبھی اچھے نہیں لگتے۔ اُن کے آگے بڑھ جانے سے پیچھے رہ جانے والوں کی کمزوری زیادہ نمایاں ہو جاتی ہے۔ لہٰذا وہ دوسرے ساتھیوں کو بھی دین کے لیے قربانی دینے سے روکتے ہیں تاکہ وہ بھی اِن ہی کی طرح ہو جائیں۔ اگر کوئی اللہ کا بندہ دین کی راہ پر آگے بڑھنا چاہتا ہے اور اُس میں انفاق فی سبیل اللہ کا جذبہ ابھرتا ہے تو منافقین بظاہر بڑے خیر خواہ بن کر ہمدردی کے انداز میں کہتے ہیں' میاں ہوش کے ناخن لو' کہاں جا رہے ہو' کیا کر رہے ہو' کچھ مستقبل کی فکر کرو' کچھ آئندہ کے لیے بچت کے بارے میں سوچو' بڑی بڑی ذمہ داریاں ہیں تم پر' بچے ابھی چھوٹے ہیں' کل بڑے ہوں گے' اِن کی ذمہ داریاں تم نے ادا کرنی ہیں' زیادہ جذباتی نہ بنو' کچھ اپنے خیر و شر اور نفع و نقصان کا خیال کرو!

آیت کے آخر میں فرمایا: ﴿وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ﴾ (اور جس نے رُخ پھیر لیا تو بے شک اللہ کسی کا محتاج نہیں اور بذاتِ خود محمود ہے)۔ یہ اللہ کی طرف سے بڑا دوٹوک انداز ہے۔ اتنی واضح آیات سامنے آنے کے بعد بھی اگر کوئی شخص دنیوی زندگی اور اِسی کی نعمتوں کو اہمیت دے رہا ہے تو وہ کان کھول کر سن لے کہ اللہ کو کسی کی نیکی' ایثار' قربانی اور انفاق کی کوئی احتیاج نہیں۔ اللہ کا کوئی کام تمہارے جہاد یا انفاق نہ کرنے سے رکا ہوا نہیں۔ حدیثِ قدسی ہے:

((يَا عِبَادِيْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ، وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوْا عَلٰى اَتْقٰى قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ مِّنْكُمْ مَا زَادَ ذٰلِكَ فِيْ مُلْكِيْ شَيْئًا۔ يَا عِبَادِيْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوْا عَلٰى اَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ مَّا نَقَصَ ذٰلِكَ مِنْ مُّلْكِيْ شَيْئًا۔ يَا عِبَادِيْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ قَامُوْا فِيْ صَعِيْدٍ وَّاحِدٍ فَسَاَلُوْنِيْ فَاَعْطَيْتُ كُلَّ اِنْسَانٍ مَسْاَلَتَهٗ مَا

نَقَصَ ذٰلِكَ مِمَّا عِنْدِی اِلَّا كَمَا يَنْقُصُ الْمِخْيَطُ اِذَا اُدْخِلَ الْبَحْرَ)) (٢٤)

''اے میرے بندو! اس میں شک نہیں کہ اگر تم سب اولین و آخرین، جن و انس، اپنے میں سے سب سے زیادہ متقی آدمی کے موافق اپنے دل بنالو تو (تم سب کا) یہ تقویٰ میری خدائی میں ذرا اضافہ نہ کر سکے گا۔ اے میرے بندو! اگر تم سب اولین و آخرین، جن و انس، اپنے میں سے سب سے زیادہ گناہ گار آدمی کے دل کے موافق اپنا دل بنالو تو (اُن کا) یہ گناہ گار ہونا میری خدائی میں سے ذرا بھی کمی نہیں کر سکتا۔ اے میرے بندو! اگر تم اولین و آخرین، جن و انس سب مل کر ایک میدان میں کھڑے ہو کر مجھ سے سوال کرو اور میں ہر شخص کا سوال پورا کر دوں تو (سب کا سوال پورا کرنے پر) میرے خزانوں میں صرف اتنی سی کمی آئے گی جتنا کہ سوئی کو سمندر میں ڈبو کر باہر نکالا جائے۔''

بلا شبہ انسان اللہ کا ہر گھڑی محتاج ہے۔ یہ اُس کی ضرورت ہے کہ اپنی عاقبت سنوارنے کے لیے اللہ کی راہ میں مال اور جان لگائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اِس کی توفیق عطا فرمائے اور ہر قسم کی گمراہی سے محفوظ فرمائے۔ آمین!

حواشی

١) سنن الترمذی، ابواب صفة القيامة والرقائق والورع عن رسول اللهﷺ۔
٢) صحيح مسلم، كتاب الزهد والرقائق۔
٣) صحيح البخاری، كتاب المرضیٰ۔
٤) سنن الترمذی، كتاب الزهد عن رسول اللهﷺ۔
٥) سنن الترمذی، كتاب الزهد عن رسول اللهﷺ۔
٦) صحيح البخاری، كتاب الرقاق۔
٧) صحيح البخاری، كتاب المرضیٰ۔ وصحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب۔
٨) مسند احمد وابوداؤد، كتاب الجنائز۔
٩) صحيح البخاری، كتاب الجنائز۔ وصحيح مسلم، كتاب الايمان۔
١٠) صحيح مسلم، كتاب الجنائز۔
١١) صحيح مسلم، كتاب الايمان۔
١٢) صحيح البخاری، كتاب الجنائز۔ وصحيح مسلم، كتاب الايمان۔
١٣) صحيح البخاری، كتاب الجنائز۔ وصحيح مسلم، كتاب الجنائز۔ (باقی صفحہ 43 پر)